فقہ اسلامی میں تطبیق اور اس کی فکری بنیادیں

سعید احمد: محمد اعجاز

فقہی اختلاف کی تاریخ، اس کی حیثیت وحقیقت، ائمہ مجتہدین کے اخلاص للّٰہیت اور مذاہب اربعہ کے مقام ومرتبہ پر نظر ڈالنے سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کا بالعموم اور ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد حنبلؒ) کا بالخصوص فقہی فروعی مسائل میں اختلاف نہ صرف مشروع ومحمود ہے بلکہ اس میں امت کے لیے سہولت اور تخفیف بھی ہے۔ مذاہب اربعہ دراصل ایک ہی شجرہ طوبیٰ کی شاخیں ہیں۔ یہ سب ایک دھڑ سے پیوستہ ہیں اور قرآن کریم کے بعد حدیث وسنت ہی ان سب کا سرچشمہ ہے۔ پس فقہی فروعی مسائل میں نہ تو شدت ہونی چاہئے اور نہ ان میں باہمی منافرت۔ بلکہ ان مسالک کے درمیان حدیث کی روشنی میں بقدر امکان تطبیق وتوافق کی سعی ہونی چاہیے۔ فقہی مذاہب ومسالک کے مابین تطبیق کے ذریعے نہ صرف باہمی فروعی اختلافات کو کم کرنے میں مدد ملے گی بلکہ جدید مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ باہمی رواداری کو بھی فروغ ملے گا۔ ذیل میں تطبیق کے معنی ومفہوم اور اس کی فکری بنیادوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

تطبیق کا مفہوم:

''تطبیق'' باب تفعیل کا مصدر ہے جو ''طبق'' سے مشتق ہے جس کا معنی ہے:

"غطاء کل شئی"

''ہر چیز کو ڈھانپ لینا۔''

اس کی جمع ''اطباق'' ہے۔ اسی مادہ اشتقاق سے ''تطابق'' اور ''مطابقۃ'' ہے جس کا معنی ''اتفاق'' اور ''موافقت'' ہے اور شاید آسمانوں کو بھی اسی لیے ''طباق'' کا نام دیا گیا ہے جن میں تہ درتہ ہونے میں مطابقت پائی جاتی ہے۔(۱)

علامہ ابن منظور نے ''تطبیق'' کے مختلف استعمال ذکر کیے ہیں مثلاً

"طبق الغیث الارض"

''بارش نے زمین کو ڈھانپ لیا۔''

"تطبیق فی الصلوۃ:جعل الیدین بین الفخذین فی الرکوع"

''تطبیق فی الصلوۃ سے مراد ہے رکوع میں دونوں رانوں کے درمیان دونوں ہاتھ رکھنا۔''

"طبق فلان اذا اصاب فص الحدیث"

''طبق فلان'' اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی بات کی حقیقت تک پہنچ جائے۔''

طبق السیف اذا وقع بین عظمین"

''طبق السیف'' اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب تلوار دو ہڈیوں کے درمیان گھس جائے۔''

"المطبق من الرجال" اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو صائب الرائے ہو۔

"تطبیق الفرس' ' کا لفظ گھوڑے کو دوڑ کے میدان میں دوڑ کے قریب کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جب کہ ''التطبیق "اصابة المفصل (جوڑ تک پہنچ جانے) کے لیے مستعمل ہے۔(۲)

امام جوہری نے مندرجہ بالا تفصیل کے علاوہ ''مطابقۃ'' کو موافقت اور ''تطابق'' کو اتفاق کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے۔(۳)

ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا(۳۹۵ھ) تطبیق کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

طبق الحق اذا اصابہ'من ھذا' ومعناہ وافقہ حتی صار ماارادوفقاللحق مطابقالہ ثم یحمل علی ھذا حتی یقال:طبق اذا اصاب المفصل ولم یخطئہ"(۴)

''طبق الحق '' اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو حق تک پہنچ جائے اسی وجہ سے اس کا معنی کیا جاتا ہے کہ اس نے حق کی موافقت کی' یہاں تک کہ جو اس کا مطلوب و مراد تھا وہ حق کے مطابق و موافق ہو گیا پھر اس کا استعمال ایسا وار کرنے کے لیے ہونے لگا جو جوڑ تک پہنچ جائے اور بالکل خطا نہ جائے۔''

ڈاکٹر روحی البعلبکی تطبیق کے متعدد معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Application,implementation,effectuation,enforcement,execution fulfillmnt,putting intopractice) تطبیق:(5) applied,practical

مندرجہ بالا تفصیل سے لفظ ''تطبیق'' ڈھانپ لینا' قریب کرنا اور حقیقت تک رسائی کے لیے استعمال

☆اکثر مایخاف لایکون وغالب مایسمع من مکروہ لایقع وفی اللہ کفایۃ وعندہ رعایۃ ومنہ العون ۔☆

ہوتا ہے جب کہ موجودہ فقہی اصطلاح میں چند مقرر کردہ اصولوں کے ذریعے دو بہ ظاہر باہم متعارض اور قوت وثبوت میں یکساں نصوص اور احکام کے مابین تاویل کر کے اس طرح مطابقت وموافقت پیدا کرنا کہ دونوں کے درمیان بظاہر تعارض رفع ہوجائے اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر درست سمجھے جائیں۔

تطبیق اور تلفیق میں فرق

''تلفیق''، ''لفق'' سے مشتق ہے جس کا معنی:

الف۔ کپڑے کے دونوں کونوں یا دونوں سروں کو ملا کر یا دو کپڑوں کو ملا کر سی دینا۔

ب۔ بات کو جھوٹ اور باطل سے مزین کر کے پیش کرنا اور

ج۔ کسی چیز کو طلب کرنا اور نہ پانا ہے۔

اسی سے 'تلفاق' مشتق ہے جس سے مراد وہ دو کپڑے ہیں جن کو ملا کر سی دیا گیا ہو جب کہ ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ''لفاق'' کہا جاتا ہے۔(۶)

امام جوہری نے ''کپڑے کے دوسروں کو ملا کر سی دینا'' کے معنی کے علاوہ ان معانی میں بھی استعمال کیا ہے:

''تلافق القوم تلاء مت امورھم''

''یعنی ''تلافق القوم' اس وقت استعمال ہوتا ہے جب ان کے معاملات قابل ملامت ہوجائیں۔''

اور ''احادیث ملفقۃ'' کو 'اکاذیب مزخرفۃ' (بنا سنوار کر پیش کیے گئے جھوٹ) کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔(۷)

تطبیق کی طرح لفظ ''تلفیق'' کا استعمال بطور معروف اور مروج فقہی اصطلاح کے متقدمین فقہاء کے ہاں نہیں ملتا۔ البتہ متاخرین فقہاء نے اسے موجودہ معروف اور مروج معانی میں استعمال کیا ہے مثلاً:

علامہ سعید الباني لکھتے ہیں:

''التلفیق: ھو الاتیان بکیفیة لا یقول بھا مجتھد''(۸)

تلفیق' عبارت ہے (کسی عمل میں) ایسی کیفیت پیدا کرنے سے' جس کا کوئی بھی مجتہد قائل نہ ہو۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اس کا معنی یہ ہے کہ کسی عمل کو کئی فقہی مذاہب کی تقلید سے ترتیب دیا جائے اور کسی ایسے معاملے میں، جس کے کئی ارکان یا جزئیات ہوں، دو یا دو سے زیادہ ائمہ مجتہدین کے اقوال کو لے لیا جائے جس سے ایسی مرکب حالت (ملغوبہ) بن جائے جس کا کوئی امام بھی قائل نہ ہو، نہ وہ امام جس کا ''ملفق'' مقلد ہے اور نہ وہ امام جس کے مذہب کی طرف وہ منتقل ہوا ہے ان میں سے ہر ایک امام ایسی مرکب حقیقت کے باطل ہونے کا اقرار کرتا ہو۔''(۹)

ایسا کرنے والے کے بارے میں عبدالغنی النابلسیؒ فرماتے ہیں:

"ومتی عمل عبادۃ او معاملۃ ملفقۃ اخذ لھا من کل مذھب قولا لا یقول بھا صاحب المذھب الآخر فقد خرج عن المذاھب الاربعۃ واخترع لہ مذھبا خامسا فعبادتہ باطلۃ ومعاملتہ غیر صحیحۃ وھو متلاعب فی الدین وغیر عامل بمذھب من مذاھب المجتھدین لانہ لو سئل کل مفت من اھل المذاھب الاربعۃ فلا یسوغ لہ ان یفتی بصحۃ تلک العبادۃ او المعاملۃ لفقد شروط صحتھا عندہ"(۱۰)

''اور جب کوئی شخص اس طرح کی تلفیق شدہ عبادت یا معاملہ کرے، جس کے لیے ہر مذہب فقہ سے وہ قول لے لے جس کا دوسرے مذہب کا مجتہد قائل نہ ہو تو ایسا کرنے سے وہ مذاہب اربعہ سے باہر نکل گیا اور اس نے ایک نیا پانچواں مذہب فقہ اختراع کر لیا۔ پس اس کی تلفیق شدہ عبادت باطل اور معاملہ غیر صحیح ہوگا اور وہ ''تلاعب فی الدین'' کا مرتکب ہوگا اور مذاہب مجتہدین سے ہٹ کر ایک نئے مذہب فقہ کا عامل قرار پائے گا کیونکہ مذاہب اربعہ میں سے کسی بھی مذہب فقہ کے مفتی سے سوال کیا جاتا تو وہ مذکورہ بالا عبادت اور معاملہ کو درست ہونے کی مطلوبہ شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کے جواز کا کبھی بھی فتوی نہ دیتا۔''

مثلاً عبادات میں تلفیق کی ایک مثال یہ ہے کہ کوئی آدمی وضو میں سر کے بعض حصے کے مسح کرنے پر اکتفا کرنے میں امام شافعیؒ کی تقلید کرے۔ پھر اجنبی عورت کے لمس سے وضو کے عدم نقض میں امام ابوحنیفہؒ یا امام مالکؒ کی تقلید کرے پھر اس وضو سے نماز ادا کرلے تو اس وضو کی صحت کا جس سے اس

نے نماز ادا کی ہے ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ کیونکہ امام شافعیؒ لمس المراۃ کو ناقض وضو قرار دیتے ہیں جب کہ امام ابوحنیفہؒ "ربع الراس" کے مسح نہ ہونے اور امام مالکؒ پورے سر کا مسح نہ ہونے کے باعث ایسے وضو کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ (۱۱)

احوال شخصیہ میں اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص نکاح کے مسئلے میں مختلف مذاہب فقہ کی آراء پر عمل کرتے ہوئے کسی عورت سے اس طرح عقد نکاح کرے کہ اس میں نہ ولی کی اجازت ہو نہ حق مہر مقرر ہو اور نہ وقت نکاح گواہ موجود ہوں۔ تو ایسا نکاح جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ اجماع کے خلاف ہے اور اس کے جواز کا کوئی بھی امام قائل نہیں ہے۔ (۱۲)

بعض فقہاء نے نفسانی خواہشات کے تحت مذہبی رخصتوں کی تلاش کو تلفیق قرار دیا ہے لیکن یہ فرق ذہن میں رہنا چاہیے کہ یہاں رخصت سے مراد وہ رخصت نہیں ہے جو اہل اصول کے نزدیک معروف ومتداول ہے اور وہ رخصت عزیمت کی ضد ہے (مثلاً حالت سفر میں روزہ نہ رکھنے اور نماز قصر کی رخصت) کیونکہ وہ رخصت جو اہل اصول کے نزدیک معروف ہے وہ کتاب وسنت سے ثابت ہے اور اس میں اہل اصول اور فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے یہاں تتبع رخص کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر مسئلے میں فقہاء ومجتہدین کے مذہب اور اقوال میں سے اس قول کو اختیار کرے جو زیادہ آسان ہو اور معروف ائمہ مجتہدین میں سے کسی امام کے مذہب کا پابند نہ رہے اور اس انتخاب واختیار کی بنیاد دلائل کی قوت یا ورع وتقوی اور احتیاط پر نہ ہو بلکہ اس کے اختیار کرنے کی بنیاد محض تخفیف ویسر، سہولت اور ہوائے نفس ہو۔ (۱۳)

مندرجہ بالا بحث سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ تطبیق دو باہم متعارض امور کے مابین تعارض کو رفع کرنا اور تلفیق خواہشات نفسانی کے پیش نظر تتبع رخص سے عبارت ہے۔ ظاہر ہے کہ تطبیق ایک مبارک اور محمود فعل ہے اور تلفیق ایک نامبارک اور غیر محمود عمل ہے۔

تلفیق اور فقہاء کا اختلاف

تلفیق کے تاریخی پس منظر اور متاخرین فقہاء کے مابین نقطہ ہائے نظر کے اختلاف سے متعلق صاحب اسلوب محقق حافظ محمد سعد اللہ لکھتے ہیں:

''تلفیق کا مسئلہ قرون اولی یعنی صحابہ،تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں نظر نہیں آتا۔یہ مسئلہ تقلید کے زمانے میں پیدا ہوا۔جب مشہور مذاہب کے فقہاء نے دیکھا کہ اسلامی معاشرہ میں ورع وتقوی کی کمی ہے اور لوگوں میں خواہشات نفسانی کی پیروی کا سخت میلان پایا جاتا ہے۔تو حالات میں تغیر کے باعث بہت سے فقہاء نے سد ذریعہ کے طور پر اور تشہی فسق وفجور اور شرعی احکام سے آزادی حاصل کرنے کے طبعی رجحان کو ختم کرنے کے لیے اولا تقلید پھر مسلک معین کے التزام کو ضروری قرار دیا۔(۱۴) دوسرے اس مسئلے کا تعلق جس طرح مسئلہ تقلید اور اس کے جواز وعدم جواز سے ہے اسی طرح کسی متعین مذہب کے لازم ہونے کے مسئلہ سے بھی ہے تو جن حضرات نے تقلید کو جائز اور کسی متعین مذہب کی پیروی کو لازم قرار دیا ہے ان کے نزدیک تلفیق ممنوع ہے اور جن لوگوں نے کسی متعین وخاص مسلک کے التزام کو ضروری قرار نہیں دیا ہے وہ تلفیق کے جواز کے قائل ہیں۔اسی بنا پر فقہاء کے درمیان اس کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں اختلاف ہے۔اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ تلفیق ناجائز ہے کیونکہ تلفیق کے ساتھ تقلید صحیح نہیں ہے اور فقہاء کی ایک جماعت مطلقاً تلفیق کے جواز کی قائل ہے اور بعض فقہاء نے اس سلسلے میں ایک تیسرا قول اختیار کیا ہے وہ یہ کہ تلفیق اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ اس تتبع رخص تک نہ پہنچا دے جو فسق وفجور اور اباحت پسندی کا سبب ہو اور جن حضرات نے اس کی مشروط اجازت دی ہے انھوں نے اس کے مختلف شرائط ذکر کیے ہیں۔''(۱۵)

تطبیق کی فکری بنیادیں:

تطبیق وتلفیق کے معنی ومفہوم اور ان کے مابین فرق واضح ہونے کے بعد یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ تلفیق کے مسئلہ میں اکثر فقہاء کے تحفظات ہیں اور بجا ہیں تاکہ دین بازیچہ اطفال نہ بن جائے ہاں شرعی ضرورت کے وقت فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے۔(۱۶) جب کہ مذاہب فقہ اور ان کے ائمہ کے مبنی برحق ہونے اور ان کے مابین تطبیق کے عمل کو جمہور ائمہ وفقہاء نے سراہا ہے اور بالخصوص امام شعرانی اور شاہ ولی اللہ نے غیبی اشارات اور حکم نبوی ﷺ کے مطابق جملہ مذاہب فقہ اور ان کے مآخذ ومراجع میں عملاً تطبیق وتوفیق پیدا کر کے اجتماعی فقہ کی تدوین کی راہیں کشادہ کر دی ہیں اور الحمدللہ عالم اسلام میں اس حوالے سے قابل قدر کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔(۱۷) جب ہم قرآن وسنت

اور تعامل اسلاف میں غور وفکر کرتے ہیں تو تطبیق کے حوالے سے مندرجہ ذیل فکری بنیادیں سامنے آتی ہیں:

ا۔قرآن کریم:

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر صریح نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ دین اسلام اور شریعت محمد یہﷺ کا افتراق اختلاف نہ صرف ناپسندیدہ بلکہ ممنوع ہے اور یہ کہ اللہ تعالی کے نزدیک حرج اور عسر کی بجائے یسر اور سہولت پسندیدہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جابجا وسعت وطاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی نفی کی گئی اور اللہ تعالی نے اپنے کریم، رؤف، رحیم اور رحمٰن ہونے کا بھی اعلان فرمایا ہے۔ذیل میں چند آیات ملاحظہ ہوں:

(۱)ارشاد باری تعالی ہے:

شرع لکم من الدین ماوصی به نوحا والذی اوحینا الیک وماوصینابه ابراهیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولاتتفرقوا فیه(۱۸)

”تمہارے لیے(اللہ تعالی نے)وہی دین مشروع فرمایا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے آپﷺ کی طرف کی ہے اور اسی کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم علیہ السلام،موسی علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام کو دیا تھا کہ تم دین کو قائم (نافذ) کرو اور اس میں تفرق وافتراق میں نہ پڑنا۔“

مندرجہ بالا آیت میں سابقہ جلیل القدر انبیاء ورسل علیہ السلام اور نبی رحمتﷺ کے واسطہ سے ان کی امتوں کو دین کے نفاذ کے تاکیدی حکم کے ساتھ انھیں تفرقہ وافتراق سے اجتناب کرنے کی واضح تاکید کی گئی ہے اس حکم سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ تفرق وافتراق،افراد کی سطح پر ہو یا معاشرہ اور قومی وملی سطح پر،بہر حال اللہ تعالی کے ہاں نہایت ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے۔

(۲)ارشاد ربانی ہے:

یرید الله بکم الیسر ولایرید بکم العسر (۱۹)

”اللہ تعالی تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔“

اس آیت مبارکہ میں دین اسلام کے مزاج کا پتہ چلتا ہے کہ اس میں اللہ تعالی کو آسانی مطلوب ہے اور سختی غیر مستحسن ہے۔اور اس آسانی کو اختیار کرنے کی اس وقت تک اجازت ہے جب تک یہ خلاف شرع امور کے ارتکاب تک نہ لے جائے۔یہ یسر اور آسانی گھر،مسجد،مکتب،سکول،کالج،یونیورسٹی،معاشرت،معیشت،سیاست اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سب کو محیط ہے۔ہاں اگر اس میں اتباع ہوی اور شریعت کی نافرمانی کا امکان ہو تو پھر روانہیں ہوگی۔

(۳) ارشاد ربانی ہے:

وماجعل عليكم فى الدين من حرج (۲۰)

''اور اس (اللہ تعالی) نے تمھارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں کی۔''

اسلام میں تو تنگی اور حرج اس حد تک ناپسندیدہ ہے کہ مجلس کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ ان میں وسعت وکشادگی پیدا کرو،اللہ تعالی تمھارے دلوں میں وسعت وکشادگی پیدا فرمائے گا۔نبی رحمت ﷺ نے بارگاہ الہی میں یہ دعا کی کہ:

(اللهم من ولى من امر امتي شيئا فشق عليهم فاشقق عليه ومن ولى من امر امتي شيا فرفق بهم فارفق به) (۲۱)

''اے اللہ! جسے میری امت کا والی بنایا جائے اور وہ میری امت پر سختی کرے تو تو اس پر سختی فرما اور جو میری امت کا والی بنایا جائے اور وہ ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو اس کے ساتھ نرمی فرما۔''

(۴) ارشاد باری تعالی ہے:

فاتقوا الله مااستطعتم (۲۲)

''پس تقوی اختیار کرو اللہ کا،جس قدر تمھاری استطاعت ہے۔''

یہ حقیقت واضح ہے کہ ہر شخص کی استطاعت متفاوت ہوتی ہے کچھ حضرات اہل عزیمت ہوتے اور کچھ اصحاب رخصت۔جس کی جتنی استطاعت ہے اس سے اتنا تقوی مطلوب ہے۔اب کسی کی صلاحیت شب زندہ دار ہونے کی ہے تو کسی کی محض فرض نمازیں ادا کرنے کی،کوئی گھر کا سارا مال راہ الہی میں پیش کر دیتا ہے تو کوئی آدھا اور کوئی اپنے مال کا کچھ حصہ پیش کرتا ہے۔کسی کا گزارہ نان جویں پر ہے تو کوئی اچھے کھانے تناول کر رہا ہے۔کوئی صائم الدہر ہے تو کسی کو صرف رمضان کے فرض روزے رکھنے کی توفیق میسر ہوتی ہے اور کوئی ہر سال حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرتا ہے تو کسی کو عمر بھر یہ سعادت

حاصل نہیں ہو پاتی۔اس لیے صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین میں سے جس کے قول پر بھی عمل پیرا ہوگا وہ ہدایت یافتہ شمار ہوگا کیونکہ ان حضرات کے قول بالرائے سے بری ہونے پر اجماع امت ہے۔

(۵)ارشاد باری تعالی ہے:

لایکلف الله نفسا الا وسعها(۲۳)

اس آیت مبارکہ سے اس امر کی صراحت ہوتی ہے کہ ''تکلیف مالایطاق''شرع میں روا نہیں ہے اور اللہ تعالی نے کسی کی وسعت وطاقت سے بڑھ کر اس پر ذمہ داری نہیں ڈالی ہے۔گویا احکام شرع کی تعمیل ہر کسی کے بس میں ہے۔اگر کوئی نہیں کرتا تو وہ گنہگار قرار پائے گا مثلاً حج کی فرضیت اور ادائیگی کو صاحب نصاب ہونے کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔روزہ کے لیے صحت مند ہونے اور سارے دن کی بھوک پیاس سہارنے کی صلاحیت ضروری ہے یہی وجہ ہے بچوں' بیماروں اور بوڑھوں پر (جو روزہ نہیں رکھ سکتے)روزہ فرض نہیں ہے اور نماز کے لیے مختلف آپشنز دیے گئے ہیں کہ کھڑے ہو کر ادا کریں اگر کھڑے ہو کر نماز کی ادائیگی سے کوئی قاصر ہے تو بیٹھ کر ادا کرنے کا حکم ہے۔بیٹھ کر ممکن نہ ہو تو لیٹ کر اشارے سے ادا کرنا لازم ہے۔

(۶)ارشاد باری تعالی ہے:

ان الله بالناس لرء وف رحیم (۲۴)

''بے شک اللہ تعالی لوگوں کے ساتھ نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔''

اس کے مہربان اور رحیم ہونے کی وجہ سے توبہ کا دروازہ غرغرۂ موت سے پہلے تک کھلا ہوا ہے اور سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جاتا ہے۔نیز مختلف گناہوں کے سلسلے میں جو کفارے مقرر کیے گئے ہیں ان میں بھی تین تین اختیار دیے گئے ہیں تا کہ جو جس کی وسعت وطاقت ہو اس کے مطابق عمل کر لے۔

(۷)ارشاد باری تعالی ہے:

مایفعل الله بعذابکم ان شکرتم و آمنتم(۲۵)

''اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار ہو جاؤ اور ایمان لے آؤ۔''

ایمان اور شکر گزاری دو ایسے وصف ہیں جن کی وجہ سے کبر و تکبر اور خود غرضی کی نفی ہوتی ہے جب کہ

☆اخلص توحیدک لربک ینشرح صدرک فبقدر صفاء توحیدک ونقائه اخلاصک تکون معاملتک .☆

جذبہ اخوت کوفروغ ملتا ہے۔ویسے تو سارے شکرگزار ہو جائیں تو اللہ کی قدرت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور سارے نافرمانی پر اتر آئیں تو اس کی قدرت میں کمی نہیں آسکتی۔

(۸)ارشاد باری تعالی ہے:

یآیھاالانسان ماغرک بربک الکریم ہ الذی خلقک فسوک فعدلک(۲۶)

''اے (غافل)انسان! تجھے اپنے کریم رب کے بارے میں کسی چیز نے دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے، جس نے تجھے وجود بخشا' تیرے اعضاء کو متساوی اور معتدل بنایا۔''

الغرض قرآن کریم میں ایسے سینکڑوں مقامات ہیں جن میں اللہ تعالی نے امت مرحومہ پر اپنے لطف وکرم کا اظہار کیا ہے اور کسی جگہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ شریعت محمدیہ ﷺ پر عمل کرنا مشکل اور ناممکن ہے بلکہ اگر کوئی صمیم قلب سے اس پر عمل کرنا شروع کردے تو اس کے لیے یہ راہ اور آسان کردی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ فقہ رحمہم اللہ کے اختلافات کو رحمت قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان میں یسر اور سہولت ہے۔اسی لیے امام شعرانیؒ شاہ ولی اللہؒ اور دیگر اصحاب علم نے ان اختلافات کے مابین تطبیق کے عمل کو مستحسن قرار دیا ہے۔

۲۔حدیث نبوی ﷺ

دین میں یسر اور تخفیف اور مختلف امور کے مابین تطبیق کے حوالے سے متعدد فرامین نبوی ﷺ ملتے ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے:

(۱)فرمان نبوی ﷺ ہے:

(الدین یسر ولن یشادھذاالدین احدالاغلبہ)(۲۷)

''دین سہل ہے کوئی بھی اس دین میں سختی کا ارادہ نہیں کرے گا مگر یہ اس پر غالب آجائے گا۔''

گویا دین میں سہولت اور تخفیف مستحسن ہے اور اس سلسلے میں شدت اختیار کرنا اور لوگوں کو مشقت میں مبتلا کرنا ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے۔اور ایسا کرنے والا سخت وعید کا مستحق ٹھہرتا ہے۔(اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔)

(۲)اسی سلسلے میں آپ ﷺ کا وہ فرمان مبارک' جو آپ ﷺ سمع وطاعت پر بیعت لیتے وقت

ارشاد فرماتے تھے:

(فی المنشط والمکرہ)(۲۸)

''کہ تمھاری سمع وطاعت پر یہ بیعت خوشگوار اور ناپسندیدہ امور میں لی جارہی ہے لیکن اس حد تک جس کی تم استطاعت رکھتے ہو۔''

جب تک استطاعت ہے اس وقت تک تعمیل ارشاد کا حکم ہے اور جب یہ استطاعت نہ رہے تو وہ حکم موقوف ہوجائے گا جیسے کوئی صاحب نصاب نہ رہے تو فرضیت زکوۃ اس سے ساقط ہوجائے گی اور اسی طرح اگر کوئی صاحب استطاعت نہ رہے تو حج کی ادائیگی اس سے موقوف ہوجائے گی۔

(۳) ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(اذا امرتکم بامر فاتوا منہ مااستطعتم)(۲۹)

''جب میں تمھیں کسی امر کی ادائیگی کا حکم دوں تو اس کو اس حد تک بجالاؤ جتنی تمھاری استطاعت ہے۔''

کسی بھی حکم شریعت کی ادائیگی استطاعت پر منحصر ہے۔ نبی رحمت ﷺ ''تکلیف مالایطاق'' کو ناپسند فرماتے تھے اور اگر آپ ﷺ کے سامنے کسی کے سخت رویے کی شکایت کی جاتی تو سخت غضبناک ہوتے تھے۔

(۴) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

(یسروا ولاتعسروا وبشروا ولاتنفروا)(۳۰)

''لوگوں پر آسانی کرو سختی نہ کرو اور لوگوں کو خوشخبری دیا کرو (اچھے اچھے امور اور ان میں پوشیدہ حکمتوں کی طرف متوجہ کیا کرو) اور انھیں تنفر نہ کیا کرو۔''

یعنی اگر دین حق کی طرف کسی کو دعوت دینے کا مرحلہ درپیش ہو تو ''حکمت'' اور ''موعظہ حسنہ'' کے اسلوب کو اپناؤ۔ اور جہاں کہیں بحث وجدال کی ضرورت محسوس ہو تو نہایت احسن اسلوب میں دلائل دے کر قائل کرو۔ انسان کی فطرت ہے کہ امور بشارت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسے سخت امور کی طرف بلایا جائے تو وہ اظہار تنفر کرتا ہے۔ اس لیے یہ حکم دیا گیا کہ اسے ''امور بشارت'' کے ذریعے متوجہ

کرو۔ جب وہ متوجہ ہو جائے گا تو اس کے لیے مشکل امور بجالانا بھی آسان ہو جائے گا۔

ملا علی قاریؒ دین میں اختلاف کی تین اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''والاختلاف فی الدین ثلاثة اقسام' احدها فی اثبات الصانع ووحدانیته وانکار ذلک کفر' وثانیها فی صفاته وانکارها بدعة وثالثها فی احکام الفروع المتحملة وجوها فهذا جعله الله تعالی رحمة وکرامة للعلماء''(۳۱)

دین میں اختلاف کی تین قسمیں ہیں۔ایک یہ کہ صانع (اللہ تعالی کے وجود) اور اس کی وحدانیت کا اثبات اور اس کا انکار کفر ہے۔دوسرا یہ کہ اس کی صفات کا اثبات اور اس کا انکار بدعت ہے اور تیسرا اختلاف فروع' جو مختلف وجوہ کا احتمال رکھتی ہوں' ان سے احکام کے استنباط واستخراج میں ہے اور یہی وہ اختلاف ہے جسے اللہ تعالی نے علماء کے لیے باعث رحمت وکرامت بنایا ہے۔''

(۵) ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(اختلاف امتی رحمة)(۳۲)

''میری امت کے مابین اختلاف رحمت ہے۔''

مندرجہ بالا حدیث نبوی ﷺ کی وضاحت' تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے۔تاہم یہ امر واضح ہے کہ یہ اختلاف' خلاف اور مخالفت کے معنی میں نہیں ہے' نہ اس سے مراد اصول دین میں اختلاف ہے بلکہ یہ امور اجتہادیہ میں ہے جو فروع میں ہوتا ہے اور اختلاف پر مبنی ہوتا ہے۔اور ایسا اختلاف یقیناً رحمت ہوتا ہے کیونکہ اختلاف رائے سے نئی راہیں کشادہ ہوتی ہیں' نئے زاویے سامنے آتے ہیں اور منزل تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔اسی لیے تو پروردگار نے امت مسلمہ کے معاملات کیسے طے پائیں گے؟ کا لائحہ عمل دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وامرهم شوری بینهم (۳۳)

''اور ان کے معاملات' ان کے مابین باہمی مشاورت سے طے پائیں گے۔''

ظاہر ہے کہ مجلس شوری (جس میں ہر میدان کے ماہرین علم وفن شامل ہوں) میں جملہ ارکان شوری کی ایک رائے تو نہیں ہو سکتی لیکن مجموعی طور پر اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے حق میں کون سا اقدام بہتر ہے

اورکون سا نقصان دہ؟لیکن اس اختلاف رائے کے لیے اخلاص' للّٰہیت اور اختلاف شرط ہے۔اور جب کسی نتیجے پر پہنچ جائیں اوراس کا فیصلہ ہوجائے تو اب سب پر عمل کرنالازم ہے اوراسی کو''اجماع'' کانام دیاجاتاہے اوراجماع کا مخالف'ضآل' قرار پاتاہے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام' تابعین عظام اورائمہ مجتہدین باہمی اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کا' نہ صرف احترام کرتے تھے بلکہ ایک دوسرے کوراہ ہدایت پر گامزن تصور کرتے تھے اورایک دوسرے کے پیچھے نمازیں ادا کرتے تھے۔اسی مجلس شوری کے تصورکو لے کرامریکہ'مغرب اوردیگرممالک میں''تھنک ٹینک''(Think Tank) قائم کیے گئے ہیں۔

۳۔تعامل اسلاف:

اختلاف وتطبیق کے حوالے سے اسلاف کاتعامل کیاتھا؟اس حوالے سے چنداموکاتذکرہ دیاجارہاہے۔

۱۔امام سفیان ثوریؒ لفظ''اختلاف'' کے استعمال کوناپسندفرماتے تھےاورکہاکرتے تھے:

''لاتقولوااختلف العلماء فی کذاوقولواقدوسع العلماء علی الامۃبکذا''(۳۴)

یہ نہ کہاکروکہ اس امرمیں علماء نے اختلاف کیاہے بلکہ یہ کہاکرواس امرمیں علماء نے امت کے لیے توسیع کی ہے۔''

کیونکہ ائمہ مجتہدین کاباہمی فروعی اختلاف امت کے حق میں تیسیر'وسعت اورسہولت کاباعث ہے وہ لفظ''اختلاف'' کے استعمال سے اسی لیے روکتے تھے کہ کہیں اس سےعوام خلاف مقصوداختلاف نہ سمجھ بیٹھیں۔

۲۔امام شافعیؒ کافرمان ہے:

ان اعمال الحدیثین اوالقولین بحملھاعلی حالین اولی من الغاء احدھما''(۳۵)

''دو(بظاہرمتعارض)حدیثوں یااقوال پراس طرح عمل کرناکہ انھیں مختلف حالتوں پرمحمول کیاجائے اس سے کہیں بہترہے کہ ان میں سے ایک پرعمل کیاجائے اوردوسرے پرعمل کرنے سے روک دیاجائے۔''

۳۔امام عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ تطبیق کی کاوش کرنے والے علماء کو جاہل کہنا دروغ گوئی ہے اور ایسا کہنے والا خود جاہل ہے بلکہ شریعت پر کامل عمل اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ جملہ ائمہ مجتہدین کے اقوال واجتہادات کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت اوراجماع امت کے ساتھ توفیق وتطبیق نہ دی جائے۔حضرت علی خواصؒ فرماتے ہیں:

"لایکمل لمؤمن العمل بالشریعة کلھاوھومقلدبمذھب واحدابدا"(۳۶)

''کسی بھی صاحب ایمان کے لیے شریعت پر کامل طور پر عمل' کسی ایک مذہب فقہ کا مقلدرہ کر' ہمیشہ کے لیے ناممکن ہے۔''

امام شعرانی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وھوکلام نفیس فان الشریعةانما تکمل احکامھابضم جمیع الاحادیث والمذاھب بعضھاالی بعض حتی تصیر کانھامذھب واحدذومرتبین"(۳۷)

''(شیخ علی خواصؒ کا) یہ نہایت نفیس کلام ہے کیونکہ شریعت کے احکام اسی وقت ہی درجہ کمال کو پہنچ سکتے ہیں جب جملہ احادیث مبارکہ اور مذاہب فقہ میں سے بعض کو بعض کے ساتھ اس طرح ملادیا جائے کہ وہ دومرتبوں (عزیمت ورخصت) پر مشتمل ایک مذہب فقہ ہوجائے۔''

امام شعرانی اس امر کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ میرے نظریہ تطبیق پر مشتمل میری تالیف ''المیزان الکبری'' کا اس وقت تک یہ کہہ کرانکار نہ کرو کہ:

"کیف یصح بفلان الجمع بین جمیع المذاھب وجعلھاکانھامذھب واحدمن غیران تنظرفیھااوتجتمع بصاحبھافان ذلک جھل منک وتھورفی الدین بل اجتمع بصاحبھاوناظرہ فان قطعک بالحجةوجب علیک الرجوع الی قولہ ولولم یسبقہ احدالی مثلہ"(۳۸)

''فلاں شخص کے لیے کیسے یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ جملہ مذاہب فقہ کے مابین جمع وتطبیق کرکے اسے ایک ہی مذہب فقہ بنادے۔جب تک کہ تو اس (کی کتاب ''المیزان الکبریٰ'') میں غوروفکر نہ کرلے یا اس کے مصنف سے ملاقات نہ کرلے کیونکہ ایسا کرنا تیری جہالت اوردین کے معاملے میں بے باکی پر مبنی

ہے۔ بلکہ اس کے مؤلف سے ملاقات کر اور مناظرہ کرلے اگر وہ دلیل کے ساتھ تجھے خاموش کرادے تو پھر تیرے اوپر اپنے نکتہ نظر سے رجوع کرکے مؤلف میزان کے نقطہ نظر کو اپنالینا واجب ہوگا۔ اگرچہ اس سے پہلے اس طرح (تطبیق وتوفیق) کا کارنامہ کسی اور نے سرانجام نہ بھی دیا ہو۔''

اس کے بعد امام شعرانیؒ بغیر تحقیق کیے کسی پر جہالت کا الزام لگانے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وایاک ان تقول:ان واضع ھذہ المیزان جاھل بالشریعةفتقع فی الکذب فانه اذا کان مثله یسمی جاھلامع قدرته علی توجیه احکام جمیع اقوال المذاھب فمابقی علی وجه الارض الآن عالم'وقدقال الامام محمدبن مالک:واذا کانت العلوم منحاالھیةواختصاصات لدنیةفلابدع ان یدخرالله تعالی بعض المتاخرین مالم یطلع علیه احدمن المتقدمین "(۳۹)

''اور (اے مخاطب!) تجھے اس امر سے بھی گریز کرنا چاہیے کہ اس میزان کے مؤلف پر جہالت کا الزام لگائے کیونکہ یہ محض دروغ گوئی ہے۔ اگر ایسا شخص جو تمام ائمہ مجتہدین کے اقوال کی ایسی توجیہ کرو ے،جس سے باہمی تخالف رفع ہوجائے تو پھر اب روئے زمین پر کوئی ایک فرد بھی اس قابل نہ رہے کہ اسے عالم کہا جائے اور امام محمد بن مالکؒ نے فرمایا ہے کہ علوم جب انعامات الہیہ اور اس کے خاص احسانات ہیں تو لازم ہے کہ اس پروردگار نے علماء متاخرین کے لیے ایسے امور رکھ چھوڑے ہوں جن کے عرفان کا شرف متقدمین کو حاصل نہ ہوا ہو۔''

کسی امر کو علماء متقدمین کا نہ کرنا اور متاخرین کا اس کارنامہ کو سرانجام دینا' اس کے غلط ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا بلکہ فیاض ازل کی ابدی فیاضی کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

۴۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ تطبیق کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان العبداذاسلک مقامات القوم متقیدابمذھب واحدلایری غیرہ فلابدان ینتھی به ذلک المذھب الی العین التی اخذ امامه منھااقواله'وھناک یری اقوال جمیع الائمةتغترف من بحرواحدفینفک عنه التقیدبمذھبه ضرورةویحکم بتساوی المذاھب کلھافی الصحة خلاف ماکان یعتقدہ قبل ذلک"(۴۰)

''کہ بندہ جب مذہب معین کی پابندی کرتے ہوئے قوم (صوفیاء کرام) کے مقامات طے کر لیتا ہے اس طرح کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور مذہب فقہ کا معتقد نہ ہو تو وہ مذہب فقہ ضرور اسے اس سرچشمہ تک پہنچادے گا جہاں سے اس کے امام نے اپنے اقوال (اوران کے دلائل) حاصل کیے ہیں اور وہاں اسے یقین ہو جائے گا کہ جملہ ائمہ مجتہدین ایک ہی دریا سے اپنا اپنا حصہ پاتے ہیں۔ پھر ایک مذہب کی پابندی (اور دوسرے مذہب فقہ کی نفی) ضرورتاً اس سے جدا ہو جائے گی اور وہ اپنے سابق نقطہ نظر کے برعکس جملہ مذاہب فقہ پر صحت کے اعتبار سے یکساں حکم لگائے گا۔''

۵۔ شیخ بدرالدین زرکشی نے اپنی کتاب ''القواعد فی الفقہ'' کے آخر میں لکھا ہے کہ اگر کسی امر میں رخصت بھی ہو اور عزیمت بھی تو ان دونوں پر عمل کرانا مقصود ہوتا ہے اور جب مکلف رخصت پر اس نیت سے عمل کرے کہ یہ بھی اللہ تعالی کے ہاں پسندیدہ ہے تو وہ بہت بہتر ہے جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ ہے:

(ان اللہ یحب ان تؤتی رخصہ کمایحب ان تؤتی عزائمہ)(۴۱)

''اللہ تعالی رخصتوں پر عمل کرنے کو اسی طرح پسند فرماتا ہے جس طرح کہ اپنی عزیمتوں پر عمل کرنے کو۔''

شیخ زرکشی کہتے ہیں کہ شریعت کا مقصود اتفاق ہے اور اگر کسی امر میں اختلاف ہو بھی جائے تو حتی الوسع اتفاق کی طرف لوٹایا جائے جیسا کہ ائمہ ورع وتقوی کا معمول ہے۔(۴۲)

مذاہب اربعہ کے مطابق فتوی دینے والے علماء:

امام شعرانیؒ نے ''المیزان الکبری'' جلد اول میں ان علماء وفقہاء کے نام ذکر کیے ہیں جو مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کے مطابق افتاء جاری کرتے تھے۔ فرماتے ہیں:

وقدبلغنا انہ کان یفتی الناس بالمذاھب الاربعۃ الشیخ الامام الفقیہ المحدث الاصولی الشیخ عبدالعزیز الدیرینی وشیخ الاسلام عزالدین بن جماعۃ المقدسی والشیخ العلامۃ الشیخ شھاب الدین البرلسی الشھیر بابن الاقیطع رحمھم اللہ والشیخ علی النبتیتی الضریر ونقل الشیخ الجلیل السیوطی رحمہ اللہ عن جماعۃ کثیرۃ من العلماء انھم کانوا یفتون الناس بالمذاھب الاربعۃ لاسیما العوام الذین لایتقیدون بمذھب

ولایعرفون قواعده ولانصوصه ویقولون حیث وافق فعل هؤلاء العوام قول عالم فلاباس به"(۴۳)

''اورہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ لوگوں کومذاہب اربعہ کے مطابق مندرجہ ذیل علماء فتوی دیتے تھے:

(۱) شیخ، امام، فقیہ، محدث، مفسر، اصولی شیخ عبادالعزیزالدیریؒ

(۲) شیخ الاسلام عزالدین بن جماعۃ المقدسیؒ

(۳) شیخ، علامہ، شیخ شہاب الدین البرلسیؒ جوکہ ابن الاقیطع کے نام سے معروف ہیں۔

(۴) شیخ علی النبیتی الضریرؒ

امام جلال الدین سیوطیؒ نے علماء کی جماعت کثیرہ سے نقل کیا ہے کہ وہ سب لوگوں کومذاہب اربعہ کے ساتھ فتوی دیتے تھے۔خصوصاوہ عوام الناس جوکسی معین فقہی مذہب کے پابندنہیں ہیں اورنہ اس کے قواعدونصوص کی معرفت رکھتے ہیں۔اوران کاعقیدہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارافعل تمام علماء میں سے کسی بھی عالم کے قول اورفتوی کے مطابق ہوجائے تووہ صحیح اوردرست ہے۔''

اس کے بعدامام شعرانیؒ نے ان علماء کے مذاہب اربعہ کے ساتھ افتاء جاری کرنے کی توجیہ کرتے ہوئے لکھاہے کہ ہوسکتاہے کہ اللہ تعالی نے ان علماء کوجومذاہب اربعہ کے ساتھ لوگوں کوفتوی دیتے تھے،شریعت اولی کے سرچشمہ سے آگاہ کردیاہواورائمہ مجتہدین کے جملہ اقوال وفتاوی کااسی سرچشمہ سے منشعب ہونے کاان کومشاہدہ کرادیاہواوروہ لوگوں کومیزان کے دونوں مرتبوں کے لحاظ سے فتوی دیتے ہیں۔کیونکہ ایسے اصحاب علم وافتاء حضرات ائمہ مجتہدین کے وارث اورقائم مقام ہیں کہ جس طرح خودامام اپنے اقوال کے دلائل سے مکمل طورپرآگاہ ہیں اسی طرح یہ حضرات ان دلائل کی معرفت بھی رکھتے ہیں اورعلماء سلف میں ایک جماعت گذرچکی ہے جن کواجتہادمطلق نسبتی(۴۴) حاصل تھامثلاشیخ ابومحمدالجوینیؒ اورامام ابن عبدالبرمالکیؒ اوراس کاثبوت یہ ہے کہ امام ابومحمدجوینیؒ نے ایک کتاب''المحیط''تصنیف کی ہے جس میں کسی مخصوص مذہب فقہ کے پابندنہیں ہوئے(بلکہ جملہ مذاہب فقہ کوسامنے رکھ کرتصنیف کی ہے)اسی طرح علامہ ابن عبدالبرمالکیؒ بھی فرماتے تھے کہ''کل مجتهد مصیب''(ہرصاحب اجتہادحق کوپہنچنے والاہے۔)یاتوان ہردوحضرات کامذکورہ قول اورفعل اس وجہ

سے صادر ہوا ہوگا کہ وہ شریعت مطہرہ کے اصل سرچشمہ پرآگاہ ہوگئے ہوں گے اور معلوم کرلیا ہوگا کہ تمام علماء کے اقوال اسی سے متفرع ہیں؛ جس طرح ہم (امام عبدالوہاب شعرانیؒ) جان گئے۔ الحمد للہ تعالی اور یا اس وجہ سے انھوں نے یہ فرمایا ہو کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجتہد کے قرآن وسنت سے مستنبط کردہ حکم کی تقریر وتصویب فرمائی ہے۔(۴۵)

مذاہب اربعہ کے ساتھ فتوی دینے والے علماء کے لیے لازم ہے کہ ہر امام کے نزدیک جو قول ارجح اور اقوی ہو اس کی معرفت ہونی چاہیے تاکہ مقلدین کو فتوی دے سکے۔ ہاں اگر مفتی کو یہ معلوم ہو کہ سائل اور مستفتی کو میرے علم اور دین وورع پر کامل اعتماد ہے کہ میں اسے جو بھی فتوی دوں گا اس کے لیے انشراح صدر کا باعث ہوگا تو اس وقت وہ مرجوع اور ضعیف قول کے ساتھ بھی فتوی دے سکتا ہے۔(۴۶)

مندرجہ بالا بحث سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

۱۔ تطبیق اور تلفیق میں یہ فرق ہے کہ تطبیق میں امور مختلفہ کے درمیان تخالف رفع کرکے ان کے مابین توافق وتطابق پیدا کیا جاتا ہے اور یہ عنداللہ مستحسن ومطلوب ہے۔ جب کہ تلفیق میں صرف اتباع ہوی اور اپنی غرض مقصود ہوتی ہے۔ ہاں اگر شدید شرعی ضرورت ہو تو اس کی اجازت ہے۔

۲۔ تطبیق' ایک مبارک ومحمود فعل ہے جس کی تائید قرآن وسنت اور تعامل اسلاف سے ہوتی ہے۔

۳۔ مذاہب اربعہ کے ساتھ افتاء جاری کرنا' زمانہ ماضی میں علماء کا معمول رہا ہے اور اس کے لیے لازم ہے کہ سائل اور مستفتی کے حال کو پیش نظر رکھا جائے۔ اگر وہ مقلد ہے تو اسے اس کے امام کے نزدیک ارجح اور اقوی قول کے مطابق فتوی دیا جائے اور اگر اسے مفتی کے علم' دیانت اور ورع پر کامل اعتماد ہے تو وہ اس کی حالت کے پیش نظر راجح ومرجوح اور قوی وضعیف میں سے جو قول اس کے حق میں بہتر ہو اس کے مطابق افتاء جاری کرسکتا ہے۔

حواشی

۱۔ ابن منظور' الافریقی' لسان العرب' الریاض: دار النفائس' ط۔۳ (۱۹۹۹ء) (تحت مادۃ طبق) ۸/۱۸۱۔۱۸۲/۱۲۰۴۔ القاموس المحیط' بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ' ط۔۳' (۱۹۹۳ء)' باب القاف' فصل

الطاء، ص ۱۱۶۵-۱۱۶۶۔

۲۔لسان العرب، (تحت مادۃ طبق)، ۸/۱۲۱-۱۲۴۔

۳۔الجوہری، ابونصر اسماعیل بن حماد، الصحاح، بیروت: دار الفکر، ط۔۱(۱۹۹۸ء)، باب القاف، فصل الطاء، ۲/۱۱۴۷-۱۱۴۸۔

۴۔ابوالحسین، محمد بن فارس بن زکریا (۳۹۵ھ)، معجم مقاییس اللغۃ، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ط ۱(۲۰۰۱ء)، کتاب الطاء، باب الطاء والباء وما یثلثہما، ص ۶۰۷۔

۵۔الدکتور روحی البعلبکی، المورد (عربی۔انگلیزی)، بیروت: دار العلم للملایین، ط۔۱۹ (مایو۲۰۰۵ء)، ص ۳۳۱۔

۶۔لسان العرب، (تحت مادۃ لفق)، ۱۰/۳۳۰، القاموس المحیط، ۱۱۸۶-۱۱۸۷۔

۷۔الصحاح، باب القاف، فصل اللام، ۲/۱۱۷۴۔

۸۔محمد سعید البانی، العلامۃ، عمدۃ التحقیق فی التقلید والتلفیق، ص ۹۱۔

۹۔وہبۃ الزحیلی، دکتور، اصول الفقہ الاسلامی، دمشق: دار الفکر، (۱۹۹۷ء)، ۲/۱۱۴۲۔وہبۃ الزحیلی، دکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۱/۱۰۶۔

۱۰۔النابلسی، عبدالغنی، خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم التقلید وو التلفیق، استانبول: مکتبۃ ایشیق، (۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء)، ص ۱۸۔

۱۱۔اصول الفقہ الاسلامی، ۲/۱۱۴۳۔

۱۲۔خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم التقلید ووالتلفیق، ص ۲۲۰۔

۱۳۔السفارینی، محمد بن احمد، التحقیق فی بطلان التلفیق، ریاض: دار الصمیعی، (۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء)، ص ۱۳۵۔

۱۴۔مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید۔(مقالہ نگار)

۱۵۔حافظ محمد سعد اللہ، فقہی مسالک میں تلفیق وتطبیق۔ایک تحقیقی جائزہ (غیر مطبوعہ مقالہ ایم فل)، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (۲۰۰۳)، ص ۳۵۔

۱۶۔تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المیزان الکبریٰ، ۱/۴۹-۵۴۔

۱۷۔تفصیل کے لیے دیکھیے: اجتماعی اجتہاد۔تصور، ارتقاء اور عملی صورتیں (ترتیب وتدوین: محمد طاہر

منصوری)' ادارہ تحقیقات اسلامی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد' ط۔۱ (۲۰۰۷ء) حافظ محمد زبیر' عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد۔ایک تجزیاتی مطالعہ (مقالہ پی ایچ ڈی)' ۲۰۱۰ء' شیخ زاید اسلامک سنٹر' پنجاب یونیورسٹی' لاہور۔

۱۸۔سورۃ الشوری (۴۲):۱۳۔

۱۹۔سورۃ البقرہ (۲):۱۸۵۔

۲۰۔سورۃ الحج (۲۲):۷۸۔

۲۱۔صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب فضیلۃ الامام العادل۔

۲۲۔سورۃ التغابن (۶۴):۱۶۔

۲۳۔سورۃ البقرہ (۲):۲۸۶۔

۲۴۔سورۃ الحج (۲۲):۶۵۔

۲۵۔سورۃ النساء (۴):۱۴۷۔

۲۶۔سورۃ الانفطار (۸۲):۶'۷۔

۲۷۔صحیح البخاری' کتاب الایمان' باب قیام لیلۃ القدر۔

۲۸۔ایضاً' کتاب الاحکام' باب یبایع الامام الناس۔

۲۹۔النسائی' السنن' کتاب الصیام' باب المریض یفطر۔

۳۰۔صحیح البخاری' کتاب العلم' باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم۔

۳۱۔ملا علی القاری' مرقاۃ المفاتیح' بیروت: دار الکتب العلمیۃ' ط۔۱ (۱۴۲۲ھ)' ۹/۳۸۵۳۔

۳۲۔محولہ بالا۔

۳۳۔سورۃ الشوری (۴۲):۳۸۔

۳۴۔الشعرانی' عبدالوہاب' المیزان الکبری' بیروت: دار الکتب العلمیۃ' (۲۰۰۹ء)' ۱/۳۳۔

۳۵۔محولہ بالا۔

۳۶۔ایضاً' ۱/۳۵۔

۳۷۔محولہ بالا۔

۳۸۔ایضاً، ۱/ ۱۸۔

۳۹۔ایضاً، ۱/ ۱۸۔

۴۰۔ایضاً، ۱/ ۲۰۔

۴۱۔صحیح ابن حبان، کتاب البر، باب الاخبار عما یستحب للمرء۔

۴۲۔المیزان الکبریٰ، ۱/ ۲۱۔

۴۳۔ایضاً۔

۴۴۔اجتہاد کی دو قسمیں ہیں: اجتہاد مطلق غیر نسبتی، جیسا کہ ائمہ اربعہ کا اجتہاد۔ کچھ اور لوگوں نے بھی اس درجہ اجتہاد کا دعویٰ کیا لیکن اسے تلقی بالقبول حاصل نہ ہوسکا۔ اجتہاد مطلق نسبتی، جیسا کہ ائمہ اربعہ کے تلامذہ اور مقلدین علماء کا اجتہاد۔ (المیزان الکبریٰ، ۱/ ۲۱۔۲۲)۔

۴۵۔المیزان الکبریٰ، ۱/ ۲۲۔

۴۶۔ایضاً، ۱/ ۴۹۔۵۴۔

اہل علم و قلم کے لیے خوشخبری

اشاریہ ماہنامہ برہان دہلی

علمی، دینی، تحقیقی رسالے ماہنامہ برہان دہلی کے ۶۳ برس کے مجلات کا
اشاریہ شائع ہوگیا

ملنے کا پتہ: اوراق پارینہ پبلشرز، لاہور 0321-4148570

کتاب سرائے، اُردو بازار، لاہور + فضلی سنز، اُردو بازار، کراچی